ولایت فقیہ

اُستاد مہدی ہادوی تہرانی

شمارہ حاضر میں ''اسلام کے سیاسی نظام میں ولایت فقیہ کے مقام'' کے بارے میں تفصیلی بحث ملاحظہ فرمائیں گے۔

''فقیہ'' ولایت کو عملی جامہ پہنانے میں بعض حدود کا پابند ہے، اگر چہ وہ ہر امر میں ہر کسی کے بارے میں حکم جاری کرسکتا ہے لیکن اس حکم کے جاری کرنے میں اسے مصلحت، تزاحم اور اسلامی نظام کا خیال رکھنا لازم ہے۔

پس فقیہ کی ''ولایت مطلقہ'' ایک خاص فقہی اصطلاح ہے جو ولایت فقیہ کو عملی جامہ پہنانے میں اور ان افراد کے بارے میں جو ولایت فقیہ کے تحت قرار پاتے ہیں استعمال ہوتی ہے اور اس سلسلہ میں محدودیت سے انکار کرتی ہے، لیکن یہ اصطلاح ولایت کو عملی جامہ پہنانے میں فقیہ کے لئے ہر قسم کی محدودیت اور ضابطہ عمل سے انکار کے معنی میں ہر گز نہیں ہے اور کسی بھی فقیہ نے اس سے یہ معنی نہیں لئے ہیں، بلکہ ہم اپنے اعتقاد کے مطابق اس طرح کی بات کو معصوم اماموںؑ کے بارے میں بھی قبول نہیں کرتے کہ وہ حضرات کسی معیار اور ضابطہ کے بغیر کوئی حکم جاری کرسکتے تھے، اس سے بالاتر عدلیہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ بھی عبث اور کسی ضابطہ کے بغیر کوئی حکم نہیں کرتا، پس کیسے ممکن ہے کہ ایک فقیہ کسی معیار کے بغیر صرف اپنی مرضی وارادہ کے مطابق ہر میدان میں ہر ایک کے بارے میں کوئی حکم جاری کرے؟

افسوس کہ اس سلسلہ میں جہالت یا تجاہل عارفانہ اس کا سبب بنا کہ ایک گروہ نے ''ولایت مطلقہ فقیہ'' اور ''حکومت مطلقہ''، جو سیاسی بحثوں میں بیان ہوئی ہے، کو یکساں گمان کرلیا اور اس سلسلے میں وہاں جو کچھ کہا گیا ہے اسے ولایت فقیہ کی بحث میں بھی داخل کردیا ہے، حالانکہ ''حکومت مطلقہ'' ایسی حکومت ہوتی ہے جس میں حاکم حکومتی مسائل میں کسی قسم کی محدودیت نہیں رکھتا اور نہ وہ کسی قسم کے معیار وضابطے کو ملحوظِ خاطر رکھنے پر مجبور ہوتا ہے، لیکن فقیہ، جیسا کہ بیان ہوا ولایت کو عملی جامہ پہنانے میں خاص معیاروں کا خیال رکھنے کا پابند ہوتا ہے۔(۱)

اسلام کے نظام سیاسی میں ولایت فقیہ کا مقام

اگر اسلام کے مکتب اور سیاسی نظام کی تشریح کی جائے تو عصر غیبت میں ولایت فقیہ، مکتب کی ایک اساس قرار پائے گی، جس طرح ''ثبوت ولایت''، ''خدائے تعالیٰ کا عام تکوین وتشریع میں تسلط'' کے معنی میں ہے اسی طرح ''نبی خاتمؐ'' سے لیکر وصی خاتم (عج) تک

حضرات معصومین کی ولایت‘‘ بھی اسلام کے سیاسی مکتب کی بنیادوں کے زمرہ میں آتی ہے، اس لئے اگر ’’ولایت فقیہ‘‘ کو ہم قبول کریں تو یہ مطلب ’’اسلامی سیاسی نظام‘‘ کا ایک مستقل اور عالمی عنصر ہوگا، چاہے اس نظام کو عملی جامہ پہنانے کیلئے سیاسی لوازم فرق کرتے ہوں، یہ چیز ان تمام امور میں اسی طرح محفوظ اور بدون تحریف باقی رہے، اور اسلام کی طرف سے حکومت کی وہی شکل وصورت قابل قبول ہے جس میں عصر غیبت کے دوران فقیہ کا مقام ملک کے عالی ترین فیصلہ کرنے والے ایک صاحب اختیار منصب کی حیثیت سے محفوظ ہو۔

’’فقیہ‘‘ ولایت کو عملی جامہ پہنانے میں بعض حدود کا پابند ہے، اگرچہ وہ ہر امر میں ہر کسی کے بارے میں حکم جاری کرسکتا ہے لیکن اس حکم کے جاری کرنے میں اسے مصلحت، تزاحم اور اسلامی نظام کا خیال رکھنا لازم ہے۔

ولایت اور دیگر اجتماعی ادارے

اب جبکہ ولایت فقیہ کے دلائل اور اس کی حدود معلوم ہوگئیں، مناسب ہے دیگر سیاسی، اجتماعی اداروں کے ساتھ اس کی نسبت کے بارے میں وضاحت کریں، ہم یہاں پر اس سلسلے میں دو اہم مورد پر اکتفا کریں گے اور وہ ولایت فقیہ کا قانون اساسی سے ربط اور سیاسی پارٹیوں سے ان کا رابطہ ہے۔

قانون اساسی اور فقیہ کی ولایت مطلقہ

جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں کہ ولایت فقیہ کے دلائل کا مفہوم ومطلب فقیہ جامع الشرائط کے لئے ولایت مطلقہ کا اثبات کرتا ہے، اب اگر ایک ملک میں ایک فقیہ کی قیادت میں ایک حکومت تشکیل پائے اور اس ملک میں فقیہ مذکورہ کی ہدایت وحمایت سے ایک آئین مرتب اور منظور ہوجائے اور اس میں فقیہ کی براہ راست مداخلت کے لئے کچھ حدیں مشخص کی جائیں اور حکومت کے بقیہ کام دیگر کارگزاروں کے ذمہ کئے جائیں، ساتھ ہی فقیہ کی عالی ترین قیادت کو بھی تسلیم کیا جائے تو اس صورت میں یہ سوالات ابھر سکتے ہیں:

۱۔کیا فقیہ قانون میں معین حدود سے آگے بڑھ کر اس سے وسیع تر دائرے میں براہ راست مداخلت کرسکتا ہے؟

۲۔کیا وہ خود اس قانون کو بدل سکتا ہے؟

۳۔ایسے قانون کی ولایت فقیہ کے نظام میں کیا اہمیت ہے، خصوصاً نظریہ انتصاب کے نقطہ نظر سے، جو ایک صحیح نظریہ ہے (یہ وہی مطلب ہے جو جمہوری اسلامی ایران کے قانون اساسی میں پیش آیا ہے اور اس کے بعد اس کے مشابہ سوالات کئے گئے اور ان پر وسیع پیمانے پر بحث ہوئی)۔

اس سے قبل ہم نے اشارہ کیا ہے کہ: جب ایک فقیہ معین شدہ شرعی ضوابط کے پیش نظر حالات کے مطابق ایک حکم جاری کرتا ہے تو تمام لوگوں، من جملہ خود اس پر اس حکم کی اطاعت کرنا واجب ہے، قانون اساسی حقیقت میں احکام الٰہی وولائی کا ایک مجموعہ شمار ہوتا ہے کہ اس کے ولائی احکام معین حالات وشرائط کے لئے وضع ہوتے ہیں اور جب تک وہ مصلحتیں اور مفادات موجود ہوں کوئی ان کی مخالفت نہیں کرسکتا، خواہ فقیہ ہو یا غیر فقیہ، رہبر ہو یا غیر رہبر۔

اس لئے جب تک قانون مطلوبہ مفادات ومصلحتوں کے پیش نظر اپنی جگہ پر باقی ہے فقیہ کو چاہئے کہ اس کے حدود کے اندر عمل کرے، مگر یہ کہ وہ ان موارد میں جبکہ وہ قوانین کے درمیان یا قانون اور احکام شرعی کے درمیان یا تزاحم کا شکار ہوجائے، لیکن اگر بعض امور براہ راست فقیہ کے ذمہ کئے گئے ہوں، جیسا کہ جمہوری اسلامی ایران کے قانون اساسی کی دفعہ نمبر ۱۱۰ میں بیان ہوچکا ہے، اور بعض دیگر اداروں کے ذمہ رکھے گئے ہوں، لیکن قانون میں موجود حدود کے علاوہ فقیہ کی براہ راست مداخلت کے بارے میں وضاحت و

صراحت نہ ہوئی تو فقیہ ولایت مطلقہ کے استناد پر ان امور میں ہے براہ راست مداخلت کرسکتا ہے، جن کی ذمہ داری قانون نے دوسرے اداروں یا میں کسی خاص شخص کو سونپی ہو۔(۲)

اگر فقیہ یا ان کے ماہر مشیروں کی تشخیص پر مصلحت کے تحت ایک حکم کے بدلنے کی ضرورت ہو، جس کے نتیجہ میں قانون اساسی کے بدلنے اور اس کی جگہ پر ایک نئے قانون اساسی مرتب کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس صورت میں فقیہ گزشتہ قانون اساسی کی جگہ پر ایک نئے قانون اساسی کو مرتب کرنے یا گزشتہ قانون اساسی میں ترمیم کرنے کا حکم صادر کرسکتا ہے، نئے قانون کے وضع ہونے کے بعد، اس نئے قانون کی اطاعت سب پر، من جملہ خود فقیہ پر بھی واجب ہے، اگر بعض حالات میں کسی قانون کے نفاذ یا قانون میں معین شدہ طریقہ کے تحت کسی امر کے انجام پانے میں کوئی ایسی دشواری پیش آئے جو مصلحت نظام یا احکام اسلامی کے ساتھ سازگار نہ ہو اور حقیقت میں ''تزاحم'' کا باعث ہو تو اس صورت میں فقیہ اس قانون کے نفاذ یا قانون کی معین شدہ شکل میں مذکورہ امر کو، جب تک وہ مشکل موجود ہے، معطل کرسکتا ہے۔(۳)

اس توصیف کے بعد پہلے دو سوالوں کے جواب واضح ہو جاتے ہیں لیکن تیسرے سوال کا جواب مندرجہ ذیل نکتہ پر غور کرنے کے بعد ہی ممکن ہے:

جب کسی ملک میں ایک جامع الشرائط فقیہ کی قیادت میں اسلامی حکومت تشکیل پاتی ہے تو ہمیشہ کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ولایت فقیہ کو اجتہاداً یا تقلیداً قبول نہیں کرتے یا اس کی اور دوسروں کی ولایت کے حدود میں اختلاف نظر رکھتے ہیں، ایسی اقلیت سے مربوط افراد اپنے نظریات کے پیش نظر اپنے آپ کو تمام امور یا بعض امور میں فقیہ کی اطاعت کے مقید نہیں سمجھتے لیکن ایک ''قومی عہد و میثاق'' کے وجود کو ملک کے تمام باشندوں کے لئے ایک لازمی امر جانتے ہیں اور اگر اس قسم کا کوئی قانون موجود ہو تو اس کی اطاعت کرنا بھی لازم جانتے ہیں، قانون اساسی، جو عام لوگوں کی رائے زنی کے لئے پیش کیا جاتا ہے، اسی قومی میثاق کا مصداق بن سکتا ہے اور حقیقت میں یہ چیز خود ایک مصلحت ہے جو ایک ملک میں قانون اساسی کے وجود کا تعلقات کرتی ہے، اس طرح تیسرے سوال کا جواب بھی واضح ہوجاتا ہے، دوسری جانب لوگوں کی طرف سے ایسے قانون کو قبول کرنا، جس میں حکومت کی شکل بھی بیان کی گئی ہو، نظام کے سلسلے میں عوام کی پشت پناہی وحمایت اور اس کے تحقق کے لئے قومی عزم کی سند ہوگا۔

ولایت فقیہ اور سیاسی پارٹیاں

متفاوت نظریات پر مشتمل گروہ کے معنی میں، سیاسی پارٹیاں، قدیم زمانے سے آج تک ہر سماج میں موجود رہی ہیں لیکن جدید معنی میں سیاسی احزاب یا پارٹیاں، بیشک انتخاباتی اور پارلیمانی قوانین کے نتیجے میں وجود میں آتی ہیں، (۴) اس لحاظ سے یہ مفہوم یورپ کی نئی تہذیب کی پیداوار ہے، یہ نظریہ یورپ میں تشکیل پایا پھر اس نے اپنے

معیار و مبانی تمام دنیا میں پھیلا دئے، آج کل پارٹیوں کا وجود، عوام کی شرکت اور سیاسی آزادی کی علامت شمار ہوتا ہے۔

اس بنا پر اسلامی حکومت کی تشکیل میں اس مفہوم کو اجتماعی، سیاسی اور ثقافتی حالات سے مربوط ایک معتبر عنصر کی حیثیت سے دیکھنا چاہئے، اگر اس قسم کا مظہر لوگوں کے سیاسی میدان میں حضور اور اسلامی نظام کو مستحکم و پائیدار بنانے میں موثر ہو تو یہ امر اس کے وجود کی ضرورت کا مقتضی ہے، اس حقیقت کے پیش نظر، اگر قانون نے پارٹیوں کے وجود کو قبول کیا، تو پارٹیاں، دیگر قانونی امور کے مانند جب تک ان کی وجودی مصلحتیں باقی ہوں اور جدید مصلحتوں کے پیش نظر قانون میں تبدیلی رونما نہیں ہوئی ہو تو اپنی حیات کو جاری رکھ سکتی ہیں، ان کے ضوابط اور کارکردگی کے حدود قانون کے مطابق معین ہوتے ہیں اور وہ ان ہی حدود میں اپنا مفہوم رکھتی ہیں۔

جس سلسلے میں دقیق مطالعہ کی ضرورت ہے وہ پارٹیوں اور ولایت فقیہ کے درمیان نسبت کا مسئلہ ہے، حقیقت میں پارٹیاں عوام کے ارادوں کا جلوہ ہوتی ہیں، یہ ارادہ اسلامی حکومت کی تشکیل اور اس کے دوام کا ضامن ہے، اس لحاظ سے پارٹیوں اور ولایت فقیہ کی نسبت وہی ہے جو عوام کی ولایت فقیہ سے ہوتی ہے، البتہ مختلف اسلامی ممالک من جملہ ایران میں تاریخی واقعات اس امر کے گواہ ہیں کہ بہت سے مواقع پر قومی عزم و ارادہ کا ظہور عوامی تھا اور احزاب کے قالب میں اس کا بہت کم اظہار ہوا ہے۔

دوسری طرف جو کچھ آج تک ایران کے اندر دیکھنے میں آیا ہے وہ حقیقی معنوں میں پارٹی کا مصداق بہت کم تھا، ملک کی داخلی پارٹیاں سیاسی مسائل کے اصلی محور کے تحت ایک واضح تعریف اور اساس کے بغیر صرف ایک قسم کے ذوق وسلیقہ کی مبین ہیں، اس لئے یہاں کے عوام نے نہ پارٹی کا استقبال کیا اور نہ جو کچھ اب تک وجود میں آئی پارٹی تھی، پارٹی بازی کی سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ نظام کے کلی یا قومی مفادات سیاسی پارٹیوں کے مفادات کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں، بیشک یہ امر اسلامی نظام حتی دنیا کے کسی دوسرے معقول نظام میں قابل قبول نہیں ہے۔

حوالہ جات

۱۔اسی لئے Ednard Janks کتاب ''حقوق انگلیس'' معتقد ہے کہ مبداء الزام (Compulsion) اس وقت تک مطلق العنانیت اور خودسرانہ اقتدار میں تبدیل نہیں ہوسکتا ہے جبکہ نظم کے ساتھ ہو اور یہ نظم و انتظام اسی وقت متحقق ہوسکتا ہے جب قانون سازی کے لیے جابطہ پایا جاتا ہو۔

Ednard Janks the book of English law Jhon Marry, London 1949

۲۔مجمع تشخیص نظام کی تشکیل کے سلسلے میں حضرت امام خمینیؒ کا اقدام اسی امر کے مصداق میں شمار ہوتا ہے۔

۳۔علماء کیلئے خصوصی عدالتوں کا قیام ولایت فقیہ کے اختیارات کے ان ہی مصادیق میں سے ہے جس کی امام خمینیؒ کی حیات میں چند پارلیمنٹ ممبروں کے سوال کے جواب میں امام نے وضاحت فرمائی تھی۔

۴۔ابوالفضل قاضی: ''حقوق اساسی ونہادی'' (فارسی) ص ۲۱۷، انتشارات دانشگاہ تہران، اسفند، ۱۳۷۳ھ ش۔